اولڈ ایج ہومز اور والدین کی کفالت کا تصور

تعلیمات نبوی ﷺ کے تناظر میں

ڈاکٹر نسیم محمود*

اقراء خالد**

ABSTRACT

Islam is a perfect religion and provides solution to all problems. Establishment of old age homes for unattended elders is a contemporary issue. Parents are the backbone part of the family system and they are the major source of the child birth and his/her training for the daily life routine matters. The part which feeds and uplifts the children may also be cared when they are in need of the care.

This research paper is a discussion about the introduction, need, social role and justification of the old age homes. Islam imposes some family social and ethical obligations on the children with respect to the parents in their old lives when they feel the need of some caring persons. Some prohibited and permissible aspects of the old ages have been mentioned in this research paper which will provide the guideline for the positive use of the old age homes as well as the children responsibilities towards the parents in Islamic perspective.

اسلام دینِ فطرت ہے اور معاشرے کے ہر فرد کو نہ صرف رہنمائی اور ہدایت کا سامان مہیا کرتا ہے بلکہ اس کی دنیوی زندگی کو پر سکون بنانے کے لیے بھی اس کو اصول وضوابط فراہم کرتا ہے۔ دنیاوی زندگی میں سہولیات کی

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی یونیورسٹی، سیالکوٹ

** جزوقتی لیکچرار، ادارہ عربی وعلومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی یونیورسٹی، سیالکوٹ

فراہمی حوالے سے ایک معاملہ مستحقین خصوصاً بزرگ افراد کی کفالت کا بھی ہے جو عصر حاضر کے معاشرتی حالات میں اہمیت اختیار کرتا جارہاہے۔ اس مقالے میں کفالت، اولاد کی ذمہ داری، والدین کے حقوق اور اولڈ ایج ہومز کے متعلق امور کا تعلیمات نبوی کی روشنی میں جائزہ لیاجائے گا۔

کفالت کا لغوی معنی

عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے۔امام راغب اصفہانی کی 'المفردات فی غریب القرآن' کی تصریحات کی روشنی میں:"الکفالة:ضمانت کو کہتے ہیں اور تکفلت بکذا کے معنی کسی چیز کا ضامن بننے کے ہیں۔ کفلتة فلانا کے معنی ہیں میں نے اسے فلاں کی کفالت میں دے دیا"[1] قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾[2]

"اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا۔"

تاج العروس میں امام زجاج کے حوالے سے کفالت کا مفہوم یوں بیان کیا گیاہے:

قال الله تعالیٰ: فقال اکفلنیها و عزنی فی الخطاب "الزجاج معناه اجعلنی انا اکفلها و انت تنزل عنها[3]

"قرآن حکیم میں ہے:اس نے کہااسے میری کفالت میں دے دو اور اس نے بات چیت میں مجھ پر غلبہ پالیا۔"

زجاج کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس کی کفالت کروں گا تُو اس سے دستبردار ہو جا۔"

کفالت کا مفہوم

اردو میں کفالت کے معنی ہیں اپنے ذمّے کوئی بار یا کام لینا، ذمہ داری، وکالت، کفیل ہونا، نان نفقہ، خرچ وغیرہ کا یا کسی کا نگران ہونا۔ ریاست میں کفالت عامہ کا مطلب ہے اسلامی ریاست کا تمام افراد کی بنیادی ضروریات

1۔راغب اصفہانی، ابو القاسم،المفردات فی غریب القرآن،مطبعه مصطفیٰ البابی و اوده، مصر، 1961ء، 409

2۔ آل عمران 3: 37

3۔زبیدی ، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، باب الام، فصل الکاف، منشورات دار مکتبه الحیاة ، بیروت لبنان، 1414ھ،135/30

زندگی کی فراہمی کا اہتمام کرنا۔ بنیادی ضروریات میں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور انصاف خصوصی طور پر شامل ہیں۔ کفالت عامہ کی اہمیت قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ اسلامی ریاست میں مخیر حضرات کو کفالت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور جن پر نگران مقرر کیا گیا ہے ان کی نگرانی سے روگردانی کرنے والوں کے لیے وعید آئی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"من ولاه الله شيئا من امر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم و خلتهم و فقرهم احتجب الله عنه دون حاجته و حلته و فقره." [1]

"جسے اللہ نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا ہے اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔"

ایک اور ارشاد اس طرح سے ہے:

"ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطهابنصيحة الا لم يجد رائحة الجنة" [2]

"جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔"

گویا کفیل یا نگران کے لیے اپنے ذمہ امور کو سرانجام دینا ضروری ہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرے گا تو جنت سے دور ہو جائے گا کیونکہ جو شخص جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گا اس کے لیے اس کا حصول کیسے ممکن ہے۔ کفالت عامہ کے فریضہ کی ادائیگی کے عملی نمونے ہمیں نبی کریم ﷺ کے علاوہ صحابہ کرام اور اور ملت اسلامیہ کے دیگر حکمرانوں کی زندگی سے ملتے ہیں جن میں خاص طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کفالت کے تصور کو اپنے دورِ خلافت میں بہت عام کیا، غربا و مساکین کی کفالت کے لیے بیت المال کے نظام کو از سرِ نو ترتیب دیا، وفاقی دار الحکومت مدینہ

---

[1] ۔ابوداؤد، السنن، سلمان بن اشعث ،كتاب الخراج و الامارة و الفى، باب فيما يلزم الامام من الامر الرعية و الحجبة عنه، دار الحديث ، قاہره، رقم الحديث: 2948

[2] ۔ بخارى، الجامع الصحيح، محمد بن اسماعيل، كتاب الاحكام، باب من اشرعى رعية فلم ينصح، دالقلم، دمشق، بيروت، رقم الحديث: 6731

منورہ کے علاوہ دیگر صوبوں میں بیت المال کی عمارتیں تعمیر کرائیں، بیت المال کی آمدن وخرچ کا باقاعدہ حساب و کتاب مرتب کیا، نظم وضبط کے لیے انتہائی محنتی اور اچھے کردار و شہرت کے حامل افراد کو منتظم بنایا۔ حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بیت المال کے افسر تھے، جب کہ کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور خالد بن حرث رضی اللہ عنہما کو بطورِ افسر مقرر کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت المال میں آنے والی رقم کو انتہائی احتیاط کے ساتھ خرچ کرتے ہوئے حقیقی مستحقین تک پہنچایا۔

کفالت کی اقسام

کفالت کی دو قسمیں ہیں: اجتماعی کفالت اور انفرادی کفالت

1۔ اجتماعی کفالت

اسلام نے اجتماعی کفالت کو ایک نظام کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ اجتماعی کفالت میں مختلف طبقاتِ معاشرہ کی کفالت شامل ہے جیسے اگر سورہ البلد کی آیات کے مطابق معاشی کفالت کی ہی بات کی جائے تو اسلامی نظام معیشت کے مطابق معاشرے میں کوئی بھی طبقہ ایسا باقی نہیں رہنا چاہیے جسے معاشی کفالت کی ضرورت ہو اور وہ معاشی کفالت نہ پاسکے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ، وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ۔ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۔ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾[1]

"وہ تو (دینِ حق اور عمل خیر) کی دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ (دین حق کے مجاہدہ کی) گھاٹی کیا ہے؟ وہ (غلامی و محکومی کی زندگی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہے۔ یا بھوک والے دن (یعنی قحط وافلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے۔ (یعنی ان کے معاشی تعطل اور ابتلاء کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے)۔ قرابت دار یتیم کو یا شدید غربت کے مارے ہوئے محتاج کو جو محض خاک نشین مسکین (اور بے گھر) ہے۔"

اسلامی تاریخ میں دیکھیں تو اجتماعی کفالت کی عملی تفسیر ہمیں مواخات مدینہ کی صورت میں ملتی ہے۔ چونکہ

---

[1]۔ البلد 90: 11-16

ریاستِ مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے پاس اس قدر وسائل موجود نہ تھے کہ وہ ہجرت کر کے آنے والوں کی آباد کاری اور دیگر ضروریات کو پورا کر سکے۔ اس لیے آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم کر کے نہ صرف اس بات کا انتظام کیا بلکہ اجتماعی کفالت کے تصور کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ انصارِ مدینہ نے اپنی جائیدادوں اور اثاثوں سے قدرتی محبت ہونے کے باوجود انہیں مہاجرین کی کفالت کے لیے پیش کر دیا۔ اس طرح مہاجرین کی خوراک، رہائش اور آباد کاری کا یوں ہنگامی طور پر انتظام فرما کر اجتماعی کفالت عامہ کی ایسی مثال قائم کر دی جس سے مسلمان رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ کفالت اور نگرانی کے احساس ذمہ داری کی بدولت ہی خلفائے راشدین نے اپنے اور عوام کے درمیان کوئی دیوار کھڑی نہ کی کہ رعایا کو اپنے کسی حق کی طلب میں رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے کیونکہ ان کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان تھا:

"الا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته، فالامام الذى على الناس راع و هو مسئول عن رعيته." [1]

"آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک آدمی نگران ہے اور (روز قیامت) اس سے اس کی رعیت (ماتحت لوگوں) کے بارے میں باز پرس کی جائے گی تو (اس طرح) لوگوں پر امیر یا حکمران بھی ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اسلامی شریعت میں امارت کے منصب پر فائز شخص اپنی رعایا کی کفالت سے کسی صورت بھی بری الذمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم و مجبور افراد کی کفالت کا اہتمام کرے اور اس کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا نہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے:

"مامن امير يلى امر المسلمين ثم لايجهد لهم و ينصح الا لم يدخل معهم الجنة." [2]

"جو آدمی مسلمانوں کے معاملے (حکومت) کا نگران بنے پھر ان کی بہتری کے لیے کوشش نہ کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔"

[1]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا۔۔۔ الامر منکم، رقم الحدیث: 7138

[2]۔ مسلم، الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الغاش الرعیة النار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، رقم الحدیث: 142

یعنی اگر کوئی شخص کسی فرد یا افراد کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اور پھر اس کو پورا نہیں کرتا(اس ذمہ داری میں بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی شامل ہے) تو اس کوتاہی کی وجہ سے وہ جنت سے محروم ہو جائے گا۔ امام ابن حزم اس ضمن میں کہتے ہیں کہ:

"ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کریں۔ اگر زکوٰۃ کی آمدنی ان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو سلطان امراء کو مجبور کرے گا کہ وہ ان اہل حاجت کے لیے اتنے مال کا انتظام کریں جس سے وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں، جاڑے اور گرمی کا لباس حاصل کر سکیں اور ان کے پاس ایسا مکان ہو جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔"[1]

مزید برآں اسلامی ریاست پر صرف مسلمان شہریوں کی کفالت کی ذمہ داری ہی عائد نہیں ہوتی بلکہ غیر مسلم رعایا بھی اس میں شامل ہے۔ اس بارے میں ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل سے رہنمائی ملتی ہے۔

2۔ انفرادی کفالت

انفرادی سطح پر معاشرہ میں مستحق افراد کی بہبود کے لیے ان کی کفالت کے تصور کو قرآن اور احادیث نبویہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾[2]

"اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔"

جہاں لوگ ضرورت مندوں پر خرچ نہ کریں ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھیں، دوسروں کے معاملہ میں لاپرواہی کا مظاہرہ کریں تو یہ عمل بھی اللہ کو ناپسند ہے۔ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ:

---

[1]۔ ابن حزم، علی بن احمد، المحلی، مصر، ادرہ المنیریۃ، 1352، 6/156

[2]۔البقرة 2: 267

"ايما أهل عرصة اصبح فيهم امرؤ جائعًا فقد برئت منهم ذمة الله تعالى" [1]

"جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے اللہ کی حفاظت اور نگرانی کا وعدہ ختم ہو جاتا ہے۔"

اسلام نے تمام انسانوں کو باہمی ہمدردی اور خدمت گزاری کا درس دیا ہے۔ امیروں کو غریبوں کی امداد کرنے کی تاکید و تلقین فرمائی، مظلوموں اور حاجت مندوں کی فریادرسی کی تاکید فرمائی، مسکینوں، یتیموں اور لاوارثوں و بے سہارا افراد کی کفالت اور نگرانی کا حکم دیا ہے۔ اسلام میں وہ شخص بہترین ہے جس کا وجود دوسروں کے لیے فائدہ مند ہو اور وہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو۔ مخلوق خدا کی خدمت کرنا، ان کے مصائب کو دور کرنا، ان کے دکھ درد کو بانٹنا اور ان کے ساتھ ہمدردی، غم خواری اور شفقت کا رویہ اختیار کرنا اسی کا ایک حصہ ہے۔ والدین کی کفالت کا تعلق بھی انفرادی کفالت سے ہے۔

والدین کی کفالت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور دین فطرت ہے یعنی اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضامن ہیں۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں خاندان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خاندان کا ایک مظہر والدین کا وجود ہے۔ والدین انسان کے اس دنیا میں آنے کا ذریعہ ہیں۔ بچپن میں انھوں نے ہی اس کی پرورش اور دیکھ بھال کی ہے۔ عورت اور مرد کا سب سے خوبصورت روپ ماں باپ کا ہے۔ یہ روپ خالق کائنات کی رحمت اور حسن انتظام کا عکاس ہے۔ معاشرتی زندگی میں ایثار کو بہت اہمیت حاصل ہے اور کوئی بھی معاشرہ اس کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا۔ ایثار و خلوص اور محبت و شفقت کی عملی تصویر ماں باپ ہیں۔ والدین کی عظمت اور ان کی حیثیت ہر دور مسلم و غیر مسلم معاشروں میں مانی جاتی رہی ہے۔ جیسے بنی اسرائیل سے لیے جانے والے عہد کے حوالے سے قرآن مجید میں بیان ہوا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

[1] ۔ حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، رقم الحدیث:7307

وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[1]

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا۔"

دنیا کے تمام بڑے مذاہب نے والدین کی عزت و تکریم اور ان کی خدمت و فرمانبرداری کی تلقین کی اور ترغیب دی ہے۔ ہر مذہب میں والدین کے رتبے اور مقام کا ذکر موجود ہے۔ توریت میں والدین کی تعظیم کے بارے میں یہ ہدایت موجود ہے کہ تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند نے تجھے دیتا ہے، دراز ہو۔[2]

انجیل مقدس میں بھی اسی موضوع پر ہدایت ان الفاظ میں موجود ہے کہ:

"اپنے ماں باپ کی عزت کر اور جو ماں باپ پر لعنت کرے، جان سے مارا جائے۔

اسی ضمن میں عہد نامہ قدیم میں ہے:"جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں کو مارے وہ قطعی جان سے مارا جائے گا۔[3]

والدین کی نافرمانی کو بائبل ایک جرم قرار دیتی ہے اور اس پر سزا تجویز کرتی ہے۔ کتاب اخبار میں یہ الفاظ قانون کی حیثیت رکھتے ہیں:

"جو کوئی اپنے ماں باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے مار ڈالا جائے گا۔ جس نے اپنے ماں باپ یا اپنی ماں پر لعنت کی اس کا خون اسی کے سر پر ہے۔"[4]

انسانی زندگی کے دیگر معاملات کی طرح والدین کے احترام و حقوق کے بارے میں اسلام میں بھی ہمہ گیر احکام موجود ہیں۔ اللہ نے اپنی توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اور اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ کوئی ایسی بات یا ایسا فعل نہ کرے جو ان کے احترام اور حسن سلوک کے منافی ہو۔ انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو ان سے منہ نہ موڑے اور ان کے ساتھ نرمی کا رویہ

1۔ البقرة 2: 83

2۔ کتاب خروج، 20:12؛ استثناء، 5:16

3۔ بائبل، عہد نامہ قدیم، کتاب خروج، 15:21

4۔ بائبل عہد نامہ قدیم، کتاب اخبار، 9:20

اختیار کرے۔ نہایت ادب و احترام سے ان کے آگے اپنے کندھے جھکائے رکھے، ان کا کہا مانے، ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی نہ کرے، بڑھاپے، کمزوری یا بیماری کی صورت میں ان سے تنگ دل نہ ہو اور نہ ہی ان کی جانب سے کوئی بوجھ محسوس کرے۔ کیونکہ بعض لوگ بوڑھے والدین کی خدمت کرنے کی بجائے انہیں بوجھ سمجھتے ہیں اور انہیں اولڈ ایج ہومز میں چھوڑ آتے ہیں۔

اولڈ ایج ہومز کا تعارف

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو ایسے رشتہ میں باندھا ہے جس میں محبت ہی محبت ہے۔ دیگر تمام انسانی رشتوں سے بڑھ کر اس میں اپنائیت رکھی ہے۔ مگر وقت گزرنے کا ساتھ ساتھ اقدار بدلتی جارہی ہیں۔ اب اولاد اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ رکھنا تو درکنار انہیں دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے اندر والدین کو اولڈ ایج ہومز میں رکھنے کا رواج تیزی سے بڑھ رہاہے۔ اولڈ ایج ہومز کا تصور مغرب کا ایجاد کرتا ہے مگر اب یہ پاکستان میں بھی اپنی جڑیں مضبوط کررہاہے۔ جس کی جہ سے گھر ویران اور اولڈ ایج ہومز آباد ہورہے ہیں۔

اولڈ ہوم سے مراد بوڑھے، عمر رسیدہ افراد کی آرام گاہ ہے۔ وہ بوڑھے افراد جن کو ان کو بچوں نے گھر سے نکال دیاہو، بے سہارا افراد اور لاوارث والدین کے رہنے کی جگہ جہاں ان کی روزمرہ ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہاں ان کے لیے خصوصی طبی سہولیات موجود ہوتی ہیں۔ یہاں رہنے والے افراد کو کمرے یا اپارٹمنٹ دیے جاتے ہیں جہاں کھانے پینے، اکٹھے مل بیٹھ کر گپ شپ کرنے، صحت اور تفریحی سرگرمیوں کا انتظام کیاجاتا ہے۔ کیمبرج ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "A place where old people can live together and can be cared for when they are too weak or ill to take care of themselves"[1]
>
> "ایک ایسی جگہ جہاں بوڑھے لوگ اکٹھے رہ سکتے ہوں اور جب وہ بہت کمزور یا اس حد تک بیمار ہو جائیں کہ اپنا خیال بھی نہ رکھ سکیں تو وہاں ان کی نگہداشت کی جاتی ہو۔"

ان کے لیے کیئر ہوم (Care Home) یا شیلٹر ہوم (Shelter Home) کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

1. Cmbridge University Press, Retrived From dictionary.cambridge.org

اولڈ ایج ہومز کے قیام کا اصل مقصد

اولڈ ایج ہومز کے قیام کا سبب لاوارث اور بے سہارا افراد کو سہارا فراہم کرنا تھا۔ ایسے افراد جن کا دنیا میں کوئی نہ ہو اور نہ ان کے پاس ایسے وسائل موجود ہوں جن سے وہ اپنے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کر سکیں۔ ایسے مجبور افراد کی ضروریات زندگی کا سامان کرنے کا تصور ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے بھی ملتا ہے۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام "کتاب الاموال" میں بیان کرتے ہیں کہ:

"ان امیر المومنین عمر رضی الله عنه مرَّ بشیخ من اهل الذمة، یسئال علی ابواب الناس ـ فقال: ما انصفناک ان کنا اخذنا منک الجذیة فی شبیبک، ثم ضیعناک فی کبرک۔ قال: ثم اجری علیه من بیت المال ما یصلحه" [1]

"امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازے پر بھیک مانگ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ہم نے تمھارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے جذیہ وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔"

بے سہارا اور لاوارث بوڑھے افراد کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے وسائل بہم پہچانے کی جدید صورت اولڈ ایج ہومز ہیں۔ اس طرح ان متاثرہ افراد کے لیے یہ ہومز ایک نعمت ہیں اور مجبور افراد کے لیے ان کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایسے مخیر حضرات جنھوں نے اولڈ ایج ہومز بنائے اور وہاں لاوارث، بوڑھے، کمزور محتاج، اولاد کے ٹھکرائے ہوئے اور اپنوں کے ستائے ہوئے لوگوں کو سہارا دینے کا انتظام کیا، یہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ہیں۔

اولاد کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار

لفظِ "تربیت" ایک وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے، آسان الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی جائے گی کہ برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق و عادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول سے تبدیل کرنے کا نام "تربیت"

---

[1] ـ ابو عبید، کتاب الاموال، اداره تحقیقات اسلامی، رقم الحدیث: 119

ہے۔ اس لفظ کے تحت افراد، خاندان اور معاشرہ کی تربیت شامل ہے۔ ان سب اقسام کی تربیت کا اصل مقصد عمدہ، پاکیزہ، بااخلاق اور باکردار معاشرہ کا قیام ہے۔ تربیتِ اولاد بھی اُنہیں اقسام میں سے ایک اہم قسم ہے۔[1]

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں، ان کی صحیح تربیت کر کے ہی مستقبل کے ایک اچھے اور مضبوط معاشرے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔۔بچوں کی اچھی تربیت سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے کیونکہ ایک اچھا پوداہی مستقبل میں تناور درخت بن سکتا ہے۔

بچپن کی تربیت کے نقوش اَن مٹ ہوتے ہیں۔ اگر بچپن میں ہی بچوں کی صحیح دینی واخلاقی تربیت کر دی جائے توبڑے ہونے کے بعد بھی وہ ان پر عمل پیرا رہیں گے۔ اس کے برعکس اگر درست طریقہ سے ان کی تربیت نہ کی گئی تو جوانی میں ان سے بھلائی کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی۔ مزید یہ کہ جوانی میں وہ جن برے اخلاق واعمال کا ارتکاب کرے گا، اس کے ذمہ دار اور قصور وار والدین ہی ہوں گے۔ اولاد کی اچھی اور دینی تربیت دنیا میں والدین کے لیے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے جبکہ نافرمان اولاد دنیا میں بھی والدین کے لیے وبالِ جان ہو گی اور آخرت میں بھی رسوائی کا سبب بنے گی۔ چنانچہ تربیت کی دو مشہور قسمیں ہیں: ظاہری تربیت اور باطنی تربیت۔[2]

ظاہری اعتبار سے تربیت میں اولاد کی ظاہری وضع قطع، لباس، کھانے، پینے، نشست وبرخاست، میل جول، اس کے دوست واحباب اور تعلقات ومشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی کوائف کی جانکاری اور بلوغت کے بعد اس کے ذرائع معاش کی نگرانی جیسے امور شامل ہیں، یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں۔ اور باطنی تربیت سے مراد اس کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح ودرستگی ہے۔[3]

اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی تربیت والدین کے ذمہ فرض ہے۔ اسلام اولاد کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے واضح احکامات دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

---

[1]۔ علوی، محمد شفیق الرحمن، اولاد کی ظاہری وباطنی تربیت کی اہمیت و انداز، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ6، جلد:100، شعبان1437 ہجری مطابق جون 2016ء، http://www.darululoom-deoband.com

[2]۔ ایضاً

[3]۔ ایضا

﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [1]

"اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔"

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔ تربیتِ اولاد کے حوالے سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَانَحَلَ ولداً من نحل أفضل من أدب حسن" [2]

"کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے۔"

گویا کہ اچھی تربیت کرنا اور اچھے آداب سکھانا اولاد کے لیے سب سے بہترین عطیہ ہے۔

والدین کی کفالت کا شرعی حکم

والدین کی کفالت اولاد پر فرض ہے۔ یہ اولاد کے لیے ضروری ہے کہ جب والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کی مالی اور جسمانی خدمت کرنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور حسن سلوک سے پیش آنا لازمی ہے۔ یہ والدین کا حق ہے اور اولاد کا فرض ہے اور فرض کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں کم و بیش چار مواقع پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے اس حق کو اپنے حق کے فوراً بعد بیان کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں والدین کے حقوق کی کس قدر اہمیت ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [3]

"اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔"

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی زیارت کرنا، ان کو ملنے جانا، ان کے لیے اپنا مال خرچ کرنا، ان کے حقوق کا خیال رکھنا، ان کے پسندیدہ امور کو بجالانا اور ان کی ناپسندیدگی سے بچنا، نافرمانی نہ کرنا اور ان کو اپنے قول و

1۔ التحریم 66: 6

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، باب ماجاء فی قبول الهدية والمكافأة عليها، تحقيق: بشار عواد معروف، دارالغرب الاسلامی، 1998م، رقم الحديث: 1952

3۔ بنی اسرائیل 17 : 23

فعل سے اذیت نہ دینا وغیرہ یہ تمام امور اس میں شامل ہیں۔ اس ضمن میں والدین کے مختلف حقوق کا ہم یہاں ذکر کریں گے:

حسن سلوک کا حق

والدین سے حسن سلوک کو اسلام نے اپنی اساسی تعلیم قرار دیا ہے۔ اور ان کے ساتھ مطلوبہ سلوک بیان کرنے کے لیے ''احسان'' کی جامع اصطلاح استعمال کی جس کے معنی کمال درجہ کا حسن سلوک ہے۔ والدین کے ساتھ نیکی یا احسان کرنا ایک جامع کلمہ ہے جو ہر قسم کے خیر اور پسندیدہ فعل کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسلام نے ہر مرد اور عورت پر اپنے ماں باپ کے حقوق ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ والدین کے حقوق کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾[1]

''اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اف'' بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجز و انکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا۔''

احادیث مبارکہ میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے مروی واضح حدیث موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ الاسراء17 : 23 ، 24

"ان الله یوصیکم بامهاتکم ثلاثا ان الله یوصیکم بابآئکم" [1]

"اللہ تعالیٰ تمھیں وصیت کرتے ہیں یہ کہ تم اپنی ماؤں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (پھر فرمایا) کہ اللہ پاک تمھیں وصیت کرتے ہیں یہ کہ تم اپنے باپوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

والدین سے نیکی کا حکم مطلقاً اور بلا قید ہے ایسا نہیں کہ والدین نیک ہوں تو ان کے ساتھ بھلائی کی جائے اور نیک نہ ہوں تو بھلائی نہ کی جائے، ایسی کوئی شرط نہیں۔ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد والدین سے بھلائی کو احسان سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسٰنًا﴾ [2]

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔"

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"ووصینا الانسان بوالدیه احسانا" لفظ وصیت تاکیدی حکم کے معنی میں آتا ہے اور احسان بمعنی حسن سلوک ہے جس میں ان کی خدمت و اطاعت بھی داخل ہے اور تعظیم و تکریم بھی۔" [3]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کے معنی میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کی خدمت مدارت کی جائے اور ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کیا جائے۔

اطاعت و فرمانبرداری کا حق

انسان کے لیے سب رشتوں میں سے سب سے قریبی رشتہ والدین کا رشتہ ہوتا ہے۔ اسلام نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو بھی ضروری قرار دیا ہے کیونکہ ان کی نافرمانی

1۔ ابن ماجه، السنن، محمد بن یزید، کتاب الادب، باب بر الوالدین، دار احیاء الکتب العربیه، رقم الحدیث:3441

2۔ الاحقاف، 46: 15

3۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 7:803

کبیرہ گناہ ہے۔[1] والدین کی خدمت اور اطاعت سے اولاد کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

عن ابن عمر ان رجلا اتی النبیﷺ فقال: یا رسول اللهﷺ انی اصبت ذنبا عظیما فهل لی توبة؟ قال: هل لک من ام؟ قال: لا، قال: هل لک من خالة؟ قال : نعم۔ قال: فبرها۔[2]

"ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری خالہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے کہا تو اس کے ساتھ نیک سلوک کر۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت کرنے سے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ آج کی اولاد اپنے والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیجنے کی بجائے ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھ کر، ان کی خدمت کر کے اور ان سے حسنِ سلوک کر کے اپنے گناہ معاف کرا سکتی ہے۔

خدمت کا حق

والدین کی خدمت اور تعظیم و تکریم عمر کے ہر حصے میں واجب ہے بوڑھے ہوں یا جوان، لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے ہے کہ اس عمر میں جا کر ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور عقل و فہم بھی جواب دینے لگتی ہے اور انہیں طرح طرح کی بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں۔ وہ خدمت کے محتاج ہو جاتے ہیں تو ان کی خواہشات و مطالبات بھی کچھ ایسے ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانہ طفولیت (یعنی بچپن کا زمانہ) یاد دلایا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے۔[3] جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں تو جس طرح انہوں نے اپنی راحت و خواہشات کو اس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے

---

[1] ۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، رقم الحدیث: 5976

[2] ۔ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی برالخالة ،رقم الحدیث: 1904

[3] ۔ الاسراء17 : 23 ، 24

ساتھ برداشت کیا تو اب جب ان پر محتاجی کا وقت آیا ہے تو عقل و شرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ ادا کرو۔ جس طرح قرآن حکیم میں والدین کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اسی طرح کئی احادیثِ مبارکہ میں بھی والدین کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رغم انف، ثم رغم انف، ثم رغم انف۔ قیل من یا رسول اللہﷺ قال من ادرک ابویه عند الکبر احدهما او کلیهما فلم یدخل الجنة" [1]

"اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ورسوا ہو)۔ عرض کیا گیا: کون یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔

اس سے یہ بات واضح ہے کہ والدین کی خدمت کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں وہ اولاد میں سے ہر ایک کا فریضہ اور والدین کا حق ہے۔

مال میں تصرف کا حق

اولاد نے جو مال کمایا ہو وہ والدین کا مال بھی ہے۔ والدین نے اولاد کو پال پوس کر بڑا کیا اور اسے اس قابل بنایا کہ وہ مال کما سکے تو بڑھاپے میں والدین کمزور، ناتواں اور محتاج ہوں تو اس لیے جب والدین کو ضرورت پڑے تو وہ اولاد کے مال میں سے لے سکتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

"ان رجلا اتی النبیﷺ فقال: یا رسول اللہﷺ ان لی مالا وولداً وإن والدی یحتاج مالی۔ قال: انت و مالک لوالدک۔ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم" [2]

"ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے پاس مال ہے اور میرا والد میرے مال کا محتاج ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے۔ تمھاری اولاد تمھاری پاکیزہ کمائی ہے سو تم اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ۔"

[1]۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر و الصلة، باب رغم أنف من أدرک أبویه، رقم : 2551

[2]۔ ابو داؤد، السنن، کتاب البیوع، باب فی الرجل یاکل من مال ولده، رقم الحدیث: 3530

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کا مال والدین کا مال ہے۔ اگر اولاد خود کو اور اپنے مال کو والدین کا سمجھ لے تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جائے۔ لیکن آج کل معاشرہ اس کے بر عکس ہے۔ مرد حضرات جو کماتے ہیں وہ سارے کا سارا بیوی کو دے دیتے ہیں جو جہاں چاہے جیسے چاہے اسے خرچ کر سکتی ہے مگر والدین کو دینا گوارا نہیں کرتی۔ ماں باپ کو اس کمائی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ والدین کے حقوق میں سب سے بڑا حق بڑھاپے میں ان پر خرچ کرنا ہے۔ بیٹا خواہ مال دار ہو یا تنگ دست، اگرچہ والدین کا مذہب مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ والدین کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے۔ خواہ والدین دائمی مریض ہوں اور کمائی نہ کر سکتے ہوں یا صحت مند ہوں اور کمائی کر سکتے ہوں، یہ نفقہ معروف طریقے سے واجب ہے۔ البتہ نیکی اور احسان یہی ہے کہ والدین پر اچھے طریقے سے خرچ کیا جائے۔ اور آدمی جو چیز اپنے یا اپنے اہل و عیال کے لیے پسند کرتا ہے وہی چیز بلکہ اس سے بہتر اپنے والدین کے لیے پسند کرے۔ یہ رویہ مناسب اور معروف نہیں ہے کہ آدمی خود تو عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہو اور اس کے والدین اولڈ ایج ہومز میں دوسروں کے سہارے پر تنگ دستی اور محرومی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔

سورہ نساء میں والدین کے ساتھ احسان کا حکم ان الفاظ میں آیا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [1]

"اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو۔"

لباس کا حق

لباس انسان کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس کا مقصد ستر پوشی کے ساتھ ساتھ زینت کا اظہار بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا﴾ [2]

"اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی

---

[1] ۔النساء4: 36

[2] ۔ الاعراف 7: 26

چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔"

لباس کی فراہمی بھی بنیادی ضروریات زندگی میں شامل ہے۔ اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق لباس کا اہتمام کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"جو شخص کسی مسلمان کو احتیاجِ لباس کی صورت میں کپڑا پہنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز ملبوس پہنائے گا۔"[1]

گویا کسی کی ستر پوشی کے لیے اس کو لباس فراہم کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے کہ اس انسان کو اللہ تعالیٰ جنت کی پوشاک پہنائیں گے۔ یہ تو کسی عام انسان کے لیے اس کا صلہ ہے تو اگر کوئی والدین کے ساتھ اس کا مظاہرہ کرتا ہے تو والدین کے ساتھ بھلائی کی وجہ سے زیادہ اجر کا مستحق ہے۔

خوراک کا حق

خوراک کے بغیر انسانی زندگی کی بقا ممکن نہیں ہے۔ کسی بھوکے شخص کو کھانا کھلا کر اس کی بھوک ختم کرنا بڑے اجر کا کام ہے۔ سنن بیہقی میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی فاقہ زدہ مسلمان کو کھانا کھلانا مغفرت کو واجب کر دینے والے اعمال میں سے ایک ہے۔[2]

بھوکے کو کھانا کھلانا ایک پسندیدہ عمل ہے۔ اسی طرح سے والدین کے لیے خوراک کی فراہمی یقینی بنانا اولاد کا فرض ہے۔ اولاد خود عیش کر رہی ہو اور اس کے والدین فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہوں تو یہ اولاد کے لیے بہت شرمندگی کی بات ہے۔

رہائش کا حق

والدین کی رہائش و سکونت کا بندوبست کرنا اولاد کا فرض ہے۔ رہائش کی فراہمی کی اہمیت اس حقیقت سے واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسے اپنی رحمت کے طور پر بیان کیا ہے:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

[1] ۔ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث: 1682

[2] ۔ ترمذی، الجامع، رقم الحدیث: 2449

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ [1]

"اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گھروں میں سکونت کی جگہ بنا دی ہے اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں، جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی، اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لیے فائدہ کی چیزیں بنائیں۔"

والدین کو در در کی ٹھوکریں کھانے کے لیے تنہا اور بے بس نہ چھوڑ دیں بلکہ اپنے ساتھ ان کی رہائش کا بھی بندوبست کریں تا کہ وہ عزت وو قار سے ایک چھت کے نیچے رہ سکیں۔

والدین کی اجازت سے جہاد میں شرکت

والدین کے حقوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ والدین کی خدمت ہی اولاد کے لیے جہاد کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

عن عبداللہ بن عمرو قال: جآء رجل الیٰ رسول اللہﷺ فاستاذنه فی الجهاد فقال: احی والداک؟ قال: نعم۔ قال ففیهما فجاهد. [2]

"عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں میں جہاد کر (یعنی ان کی خدمت کر)۔"

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اپنے ماں باپ کے پاس جا اور ان کی اچھی طرح خدمت کر۔

ایک روایت میں تو جہاد کی ادائیگی کے لیے والدین کی اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

"ان رجلا هاجر الی رسول اللہﷺ من الیمن۔ قال: هل لک احد بالیمن؟ قال: ابوای۔ قال اذنا لک؟ قال: لا۔ قال: ارجع الیهما فاستاذنهما فان اذنا لک

[1]۔ النحل 16: 80

[2]۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب جهاد باذن الابوین، رقم الحدیث:3004

فجاھد و الا فبرھما." [1]

"ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یمن میں تمھارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے والدین سے یہاں آنے کی اجازت لی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ اور اپنے والدین سے اجازت لو۔ اگر وہ تجھے اجازت دیں تو ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرو ورنہ والدین کے ساتھ نیکی کرو۔"

گویا جہاد جیسے دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے بھی والدین کی اجازت ضروری قرار دی گئی ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جب ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک منع کر دے تو جہاد حرام ہے بشرطیکہ وہ دونوں مسلمان ہوں کیونکہ ان سے حسن سلوک اس پر فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ جب جہاد فرض عین ہو جائے تو اجازت کی ضرورت نہیں۔

والدین کی اجازت اسی لیے لازم قرار دی گئی ہے کہ اولاد والدین کی خدمت میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔ مگر آج اولاد والدین کی خدمت سے منہ موڑ کر انہیں اولڈ ایج ہومز میں بھیج دیتی ہے۔ یہ فعل اسلام میں کس طرح پسندیدہ ہو سکتا ہے؟

جنت والدین کے قدموں تلے

والدین کی خدمت سے جنت کا حصول ممکن ہے۔ والدین کی طاعت و فرمانبرداری کرنے سے دنیا میں تو فائدہ ہوتا ہی ہے آخرت میں بھی اس کا بڑا انعام ہے کہ انسان جنت حاصل کر لیتا ہے۔ روایت ہے:

عن معاویة بن جاھمه ان جاھمة جآ ء الیٰ النبیﷺ فقال: یا رسول اللهﷺ اردت ان اغزو و قد جئت استشیرک فقال: ھل لک من أم؟ قال : نعم۔ قال: فالزمھا فان الجنة تحت رجلیھا [2]

"معاویہ بن جاہمہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد جاہمہ رسول پاک ﷺ کے پاس آئے اور

[1] -ابوداؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب فی رجل یغزو و ابواه کارهان، رقم الحدیث: 2530

[2] - نسائی،عبدالرحمن احمد بن شعیب، السنن، کتاب الجهاد، باب الرخصة فی التخلف لمن له و الدة، دار الکتب العلمیه، بیروت، رقم الحدیث: 3104

آپ ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور آپ ﷺ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کی خدمت کر کہ بے شک جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔"

والدین کے قدموں کے پاس یا قدموں تلے جنت ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ انسان کو جنت عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ:

"الوالد اوسط ابواب الجنة فان شئت فاضع ذلک الباب اواحفظه" [1]

"والد جنت کا بہترین دروازہ ہیں یہ تیری مرضی ہے کہ تو اس دروازے کو ضائع کر دے (یعنی ان کو ناراض کر کے) یا اس کی حفاظت کرے (یعنی ان کی خدمت کر کے، ان کو خوش کر کے)۔"

اس حدیث کے مطابق ماں باپ جنت کا سب سے بہترین دروازہ ہیں۔ یعنی جنت میں جانے کا سب سے بہترین عمل والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ مگر آج وہ لوگ کس قدر بد نصیب ہیں جو اپنے والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیج دیتے ہیں یا گھر سے نکال کر خود اپنے ہاتھوں اپنی جنت دور کر رہے ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف قيل من يا رسول اللهﷺ قال من ادرک ابويه عند الكبر احدهما او كليهما فلم يدخل الجنة."

"اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی رسوا ہو) جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہ جائے" [2]

سو ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے لازم ہے کے اولاد اپنے والدین کے تمام حقوق کو ادا کرے اور ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔

---

[1] ۔ترمذی، الجامع، کتاب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم الحدیث: 1900

[2] ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر و الصلة و الادب، باب رغم انف من ادرک۔۔۔یدخل الجنة، رقم الحدیث:2551

والدین کی خدمت: کامیابی اور فضیلت کا باعث

والدین کی اطاعت انسان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محبوب بناتی ہے اور انسانوں کے درمیان بھی۔ حضرت اویس قرنیؒ کو نبی کریم ﷺ سے بہت محبت تھی اور آپ ﷺ بھی ان سے محبت کرتے تھے۔ حضرت اویس قرنیؒ اگرچہ صحابیت کے شرف سے اپنی ماں کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے محروم رہے لیکن اس کے باوجود اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں پسندیدہ تھے اور اللہ کے ہاں مستجاب الدعوات تھے۔ روایات میں بھی ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

"إن خير التابعين رجل يقال له أويس، وله والدة، وكان به بياض، فمروه فليستغفر لكم" [1]

"تابعین میں سے بہترین انسان وہ شخص ہے جسے اویس کہتے ہیں، اس کی والدہ (زندہ) ہے اور اس (کے جسم) میں سفیدی ہے۔ اس سے کہو کہ تمہارے لیے دعا کرے۔"

گویا انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہونے اور مستجاب الدعوات ہونے کے لیے والدین کی خدمت کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔

دنیاوی مشکلات سے چھٹکارا

والدین کے حقوق کو ادا کرنے والا اور ان سے حسن سلوک کرنے والا مصائب اور مشکلات سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ والدین کی دعائیں بھی اپنی اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ والدین کا فرمانبردار جب کسی تکلیف اور پریشانی میں اللہ کو پکارتا ہے تو وہ اس کی ضرور سنتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی ایک غار میں پھنس گئے ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نیک کام کا واسطہ دے کر اللہ سے غار کا راستہ کھولنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مشکل سے نجات دلائی۔ ان میں سے ایک والدین کا خدمت گزار تھا۔ روایت میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

"عن ابن عمر عن رسول اللهﷺ قال: بينما ثلاثة نفر يتماشون اخذهم المطر فمالوا الىٰ غار فى الجبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فاطبقت

[1] ۔مسلم، الجامع الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اويس القرني، رقم الحديث: 6491

عليهم فقال بعضهم لبعض: انظروا اعمالا عملتموها لله صالحة فادعوا الله بها لعله يفرجها۔ فقال احدهم، اللهم انه كان لی... ففرج الله لهم فرجة حتى يرون منها السمآء" [1]

"ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (بنی اسرائیل کے) تین اشخاص راستے میں جارہے تھے کہ اتنے میں بارش شروع ہو گئی اور وہ پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاقاً پہاڑ کا ایک پتھر غار کے منہ پر آگرا اور غار کا منہ بند ہو گیا وہ آپس میں صلاح کرنے لگے ایک نے کہا بھائی ایسا کرو کہ تم لوگوں نے جو نیک اعمال خالص اللہ کے لیے کیے ہیں ان کے ذریعے سے دعا مانگو شاید اللہ مشکل آسان کردے اور تم کو نجات دلا دے۔ پھر ان تینوں میں سے ایک شخص یوں کہنے لگا یا اللہ! تو جانتا ہے میرے ماں باپ دونوں بوڑھے تھے اور میرے بچے بھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ ان کی پرورش کے لیے جانوروں کو چرایا کرتا تھا جب شام کو گھر آتا تو دودھ دوہتا تو سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا تھا، پھر اپنے بچوں کو۔ ایک دن ایسا ہوا جانور دور چرنے کے لیے چلے گئے اور مجھ کو دیر ہو گئی میں شام تک نہیں آیا۔ (جب گھر پہنچا) دیکھا تو میرے والدین سو گئے تھے۔ میں نے عادت کے مطابق دودھ دوہا اور صبح تک دودھ لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ ان کو نیند سے جگاؤں اور نہ میں نے اس کو پسند کیا کہ پہلے بچوں کو دودھ دوں، گو رات بھر بچے میرے پاؤں کے پاس روتے اور دودھ مانگتے رہے (مگر میں نے نہ دینا تھا نہ دیا) صبح تک یہی حال رہا اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام خالص آپ کی رضا کے لیے کیا تھا تو اس پتھر کو اتنا ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو اتنا ہٹا دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت کرنے سے اللہ دنیا کی مشکلات اور پریشانیوں سے بھی نجات دے دیتا ہے۔ جو لوگ اپنے والدین کو اپنے سے دور کر کے نہ ان کی خدمت کرتے نہ ان کی دعائیں لیتے ہیں وہ کس طرح اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں؟ الغرض اسلام نے والدین کے حقوق صرف ان کی زندگی تک ہی محدود نہیں رکھے بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی اولاد پر ذمہ داریاں ڈالی ہیں جیسے کہ ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام

[1]۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب اجابة دعا من بر و الدية، رقم الحديث: 5974

کرنا، ان کے قرض کی ادائیگی کرنا، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا(1)، ان کے لیے صدقہ و خیرات کرنا، ان کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا وغیرہ۔ اگر اولاد ان کی زندگی مین ان کے حقوق ادانہ کرے تو ان سے کس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ وہ وفات کے بعد ان کے حقوق پوار کریں گے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں گے؟

عصر حاضر میں اولاد کا عملی رویہ

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ اولڈ ایج ہومز کے قیام کا اصل مقصد لاوارث اور بے سہارا بوڑھے افراد کو سہارا فراہم کرنا اور ان کی کفالت کرنا ہے مگر آج وہ لوگ جن کے لیے اولاد کا سہارا بھی موجود ہے اور ان کی اولاد معاشی لحاظ سے مستحکم بھی ہے وہ بھی اپنی اولاد کی نافرمانی، غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے اولڈ ایج ہومز میں منتقل کیے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے سرکاری و نجی سطح پر اولڈ ایج ہومز کے قیام میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دور جدید میں ایسے واقعات بھی سامنے آرہے ہیں جن پر انسانیت بھی شرما جائے۔ سما نیوز کے مطابق کراچی سٹی کورٹ میں نافرمان اولاد نے بھری عدالت میں ماں باپ پر ہاتھ اٹھایا۔ بیچ بچاؤ کرانے والے پولیس کانسٹیبل کو بھی زخمی کر دیا گیا۔[2] اس ضمن میں موجودہ دور میں اولاد کے رویے اور اس کے اس اسباب کو ہم مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کرنے کی کوشش کریں گے:

- تعلیمات اسلام سے روگردانی
- خانگی مسائل
- خودغرضی ومادہ پرستی
- عیش وآرام

تعلیمات اسلام سے روگردانی

خاندانی نظام میں والدین اور اولاد کا رشتہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس رشتہ کی مضبوطی کے لیے اللہ تعالیٰ

---

[1] ابراہیم، 41:14.

[2] ۔ سماڈیجیٹل، 14 مئی 2014، www.sama.tv Retrieved 2 May 2019, 5:04pm

نے ماں باپ اور اولاد کے درمیان فطری طور پر ایسی محبت اور اپنائیت رکھی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس رشتہ کو مزید مضبوط اور مستحکم کرتی ہے۔ اس مضبوطی اور استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے ان دونوں پر حقوق و فرائض عائد کیے ہیں کہ جب تک اولاد اپنی پرورش، تعلیم و تربیت اور اخراجات کے لیے محتاج ہے تب تک ان کی کفالت کی تمام تر ذمہ داری والدین پر اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے پابند ہیں۔ اسی طرح جب والدین زندگی کے اس موڑ پر آجائیں کہ وہ کمزور، لاچار اور محتاج ہوں تو ان کی کفالت کی تمام تر ذمہ داری جوان اولاد پر ڈالی ہے اور اولاد کے حق میں اسے ایک دینی فریضہ قرار دیا ہے۔ اسلام نے فریقین کو اپنے اپنے فرائض پورا کرنے کے لیے قانوناً پابند بنایا ہے اور مزید بہتری کے لیے فضیلت و رغبت کا طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف اولاد کی پرورش اور تربیت پر والدین کو صدقہ جاریہ اور جنت کی خوشخبری سنائی تو دوسری طرف اولاد کو بتایا ان کی خدمت گزاری سے جنت حاصل کر سکتی ہے کیونکہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔ اور ان کی نافرمانی کا نتیجہ جہنم ہے۔ اسلام نے اولاد کے لیے والدین کی نافرمانی کو حرام اور ذلت ورسوائی کا باعث قرار دیا ہے مگر آج اولاد کی اکثریت حقوق و فرائض سے متعلق اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال چکی ہے جس کی وجہ سے اولاد والدین کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتی اور انہیں اولڈ ایج ہومز میں چھوڑ آتی ہے۔

خانگی مسائل

والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیج دینے کی ایک وجہ خانگی مسائل یا گھریلو ناچاکی ہے۔ کیونکہ بچے جوان ہونے کے بعد اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں۔ بعض اوقات انسان اپنی ذمہ داریوں کے بوجھ تلے اس قدر دبا ہوا ہوتا ہے کہ والدین کو مناسب وقت نہیں دے پاتا۔ والدین اس کے گھر آنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ کب بیٹا گھر آئے اور وہ ان کے ساتھ اپنے دل کی باتیں شیئر کر سکیں مگر بیٹا گھر آنے کے بعد اپنے آرام اور بیوی بچوں کو وقت دینا زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ والدین کی ہدایات کو بے جا مداخلت سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات ساس بہو میں انا کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے جو گھر کے ماحول میں تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ وہ دونوں رشتوں کو ان کا حق نہیں دے پاتا۔ ماں کو خوش کرنے لگے تو بیوی ناراض اور اگر بیوی کو خوش کرے تو ماں ناراض ہو جاتی ہے۔ اس صورتحال میں بیٹے کو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کس کو چھوڑے اور کس کو ساتھ رکھے تو بالآخر اسے اس مسئلہ کا حل

والدین کو اولڈ ایج ہومز میں چھوڑ آنے میں نظر آتا ہے۔

خود غرضی و مادہ پرستی

ماں باپ اپنی اولاد کو پالنے کے لیے جو قربانیاں دیتے ہیں ان سے انکار ممکن نہیں۔ وہ حسن وخوبی سے اپنی ذمہ داریوں کو نبھا کر، بھرپور توجہ اور محبت سے کمزور وناتواں اولاد کو پڑوان چڑھا کر مضبوط وتوانا بناتے ہیں۔ اپنی کمزور اولاد کو توانا بنانے والے یہ والدین اس وقت بڑے کرب سے گزرتے ہیں جب ان کی اولاد کسی تکلیف میں ہوتی ہے۔ ان کا بس نہیں چلتا کہ وہ اپنی اولاد کی تکلیف، درد کو اپنے سر لے کر اولاد کو آسودہ اور مطمئن کر دیں۔ مگر آج کے دور میں بچوں کی خاطر قربانیاں دینے والے، اپنی آسائشوں کو اولاد کی آسائشوں پر ترجیح دینے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنے والے والدین اولاد کی خود غرضی، بے رخی اور مفاد پرستی کا شکار ہیں۔ اولاد اپنی آسائش، اپنے سکون و آرام اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے والدین سے منہ موڑ رہی ہے۔ نئی نسل کے مادہ پرست ہونے کی وجہ ہے ان کا والدین سے برتاؤ تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ صبر اور برداشت میں کمی ہو گئی ہے اور والدین کو اولڈ ایج ہومز میں چھوڑنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں والدین کے کرب کا اندازہ لگانا ناممکن ہے جو اپنی اولاد کو ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں لیکن اولاد مادی مفادات کے لیے والدین کی نظروں سے اوجھل ہو رہی ہے۔ مجبوراً والدین کو اپنا بڑھاپا تنہا اور غیروں کے سہارے گزارنا پڑتا ہے۔ پیسے کی دوڑ میں زندگی اتنی مصروف ہو گئی ہے کہ اولاد کے پاس بوڑھے والدین کے لیے وقت نہیں جس سے والدین کی دیکھ بھال کرنا ان کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔

عیش و آرام

موجودہ دور کی نسل اپنی زندگی کو خوش گوار، معیاری، عیش و عشرت والی زندگی بنانے میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے اپنے بزرگوں کو سہارا دینے کی فرصت نہیں۔ ایک باپ دس بچوں کو اکیلے پال پوس کر جوان کرتا ہے مگر دس بچوں کے لیے ایک باپ کی ذمہ داری اٹھانا مشکل ہو گیا ہے۔ اپنی سہولت کے لیے وہ والدین کو بھول جاتے ہیں، ان سے نظریں چرا لیتے ہیں اور عیش و آرام میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ انہیں اپنے ماں باپ کے دکھ درد اور تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ نہ ماں باپ کے آنسو دکھائی دیتے ہیں نہ ان کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں۔

عدم جواز کی صورتیں

والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیجنے کی ہر وہ صورت ناجائز ہو گی جس کا مظاہرہ اولاد ان کی حق تلفی کرتے ہوئے کرے جیسے ان کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت میں لاپرواہی برتنا۔ ذیل میں والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیجنے کی ناجائز صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ والدین سے بے اعتنائی

2۔ والدین کی بجائے بیوی اور اولاد کو ترجیح دینا

3۔ خدمت میں کوتاہی

4۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی

خلاصۂ بحث

والدین کی خدمت سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی چیز نہیں۔ انسان کو اعلیٰ درجات اور فضیلتیں اسی ذریعے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اگر روزہ، نماز اور حج جیسی عبادات میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو اللہ کی ذات در گزر کرنے والی ہے مگر ماں باپ کی خدمت میں تساہل اور غفلت برتنے سے انسان کے سارے اعمال ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ عبادات اپنی جگہ لیکن والدین کی خدمت کا کوئی اور بدل نہیں ہو سکتا۔ والدین کی کفالت کے حوالے سے جس قدر تفصیل کے ساتھ اسلامی تعلیمات میں رہنمائی ملتی ہے کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ ماں باپ کی خدمت، اطاعت اور فرمانبرداری مسلمان اولاد کا دینی فریضہ ہے جس سے روگردانی کرنا کسی طرح سے بھی جائز نہیں ہے۔ والدین اپنے بچوں کی پرورش کرتے انہیں تعلیم دلواتے، اور ان کی تربیت کرتے ہیں لیکن آج کے دور میں تمام تر شعور اور تعلیم رکھنے کے باوجود بچے اپنے والدین کو بوجھ سمجھ کر ان کی طرف نظر التفات نہیں کرتے اور انہیں گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ والدین کے ساتھ ایسا رویہ کرنے والے اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر لیتے ہیں۔ وہ گھرانے جہاں والدین کی کفالت ہوتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور ان کے رزق میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے۔ ایسے گھروں میں سارا سلسلہ خوش اسلوبی سے چلتا ہے کیونکہ اولاد ہر معاملے میں والدین سے مشورہ اور رہنمائی لیتی ہے، ان کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے اور ان کے تجربات کی روشنی میں معاملات کو انجام دیا جاتا ہے۔ والدین کی دعائیں ساتھ ہوتی ہیں۔ اولاد اور والدین کی محبت اور خلوص کی وجہ سے

گھر کا ماحول پر سکون ہوتا ہے اس کے بر عکس وہ گھرانے جہاں والدین کی عزت نہیں کی جاتی۔ ان کو گھروں سے نکال دیا جاتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتے ہیں۔ ہر کوئی اپنے مفاد کے پیچھے دوڑ رہا ہوتا ہے۔ رزق اور سکون کی کمی ہو جاتی ہے اور خاندان کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیجنے کا تصور مغرب سے لیا گیا ہے جہاں والدین کو کوئی عزت نہیں دی جاتی۔ اولاد ماں باپ کی نافرمان ہوتی ہے اور اپنی زندگی میں اس قدر مصروف کہ والدین کی گھر میں موجودگی اسے بوجھ محسوس ہوتی ہے اس لیے ان کو گھروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں جگہ جگہ اولڈ ایج ہومز اور نرسنگ ہومز کھل گئے ہیں جہاں سرکاری خرچ پر بوڑھوں کی کفالت ہوتی ہے۔ وہ والدین اپنے آپ کو خوش قسمت محسوس کرتے ہیں جن کی اولاد ان کو ہفتے میں ایک بار پھولوں کا تحفہ دینے آجاتی ہے۔ گھروں میں بزرگوں کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں خاندانی نظام برباد ہو چکا ہے۔ ہمارے معاشرے نے اگر ان کی روش کو نہ چھوڑا تو ہمارے معاشرے کا حال بھی مغرب جیسا ہو گا۔ آج کی نسل اگر اپنے والدین کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرے تو کل اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ یہی رویہ اپنائے گی کیونکہ جو آج کسی کا بڑھاپے میں سہارا بنے گا تو کل کوئی اور بھی بڑھاپے میں اس کا سہارا بنے گا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللَّهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ" [1]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے کے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس جوان کے لیے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرتا ہے۔"

اس لیے اولاد کو چاہیے کہ والدین کی عزت اور خدمت کرے تا کہ کل کو اس کا اپنا بڑھاپا بھی سکون سے گزرے اور اللہ کی رضا کے ساتھ وہ دنیا اور آخرت میں بھی سرخرو ہو۔

[1] ۔ترمذی، الجامع، كتاب البر و الصلة، باب یکرم شیخا، رقم الحدیث:2111

تجاویز و سفارشات

اس سلسلے میں کچھ تجاویز پیش خدمت ہیں تا کہ معاشرے کے اندر اولڈ ایج ہومز کا بڑھتا ہوا رجحان کم ہو:

- والدین کی کفالت اولاد کی ذمہ داری ہے لہٰذا ہر شخص اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اسے خود نبھائے اور انہیں دوسروں کے سہارے نہ چھوڑے کیونکہ جس خلوص کے ساتھ اولاد ماں باپ کا خیال رکھ سکتی ہے کوئی اور نہیں رکھ سکتا۔
- دنیا میں سب سے پیارا اور مخلص رشتہ ماں باپ کا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے فرمودات کے مطابق ابتداء ہی سے بچوں کی تربیت ایسی کی جائے کہ وہ ماں باپ کی خدمت، اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔
- اپنی سرگرمیوں کو اس طرح سے ترتیب دیا جائے کہ والدین کو توجہ اور وقت دیا جا سکے۔
- تمام رشتوں کو ان کا حق دیا جائے اور ان کے مقام کے مطابق ان کو اہمیت دی جائے تا کہ کسی ایک کی وجہ سے کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔
- اگر والدین کو اولڈ ایج ہومز میں بھیجنا ناگزیر ہو تو ان کے پاس باقاعدگی سے جایا جائے تا کہ ان کو اولاد سے دوری کا احساس پریشان نہ کرے۔